حضرت خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ایک صحابیہ — ایک نامور شاعرہ

——از: پروفیسر سلیم الرحمٰن——

جب ہم عربی زبان وادب کے ارتقاء پر ایک نظر دوڑاتے ہیں تو اس ادب کی کچھ منفرد خصوصیات دیکھ کر قدرے تعجب محسوس ہوتا ہے۔ اوّل یہ کہ عربی ادب کے آغاز کا سُراغ ہی ہمیں تاریخی و تحقیقی طور پر اُس زمانے سے ملتا ہے جب یہ زبان علمی سطح پر بڑے ہی بلند مقام پر موجود تھی، دوسرے یہ کہ عرب کے وہ شعراء جن کو محققین عربی ادب کے ابتدائی شعراء قرار دیتے ہیں اُن کے کلام میں ایک ایسی تازگی اور شگفتگی پائی جاتی ہے جو آج بھی محسوس کی جاسکتی ہے۔ تیسرے یہ کہ پندرہ صدیاں گزرنے کے باوجود عربی زبان میں قدامت اور عدمِ ابلاغ کا شائبہ تک نہیں ہوتا، یہ الگ بات ہے کہ ابنِ خلدون فنی اعتبار سے عہدِ جاہلیت کے شعراء پر عہدِ اسلامی کے شعراء کو ترجیح دیتے ہیں۔ ابنِ خلدون لکھتے ہیں :

" مسلم فن کاروں کا فن نثر و نظم میں کلامِ جاہلیت سے کہیں زیادہ بلند ہے۔ حضرت حسان رضؓ، عمر بن ربیعہ، حطیئہ، جریر، فرزدق، ذوالرّمہ، احوص اور بشار وغیرہ کا کلام بلاغت اور شعریت کے اعتبار سے عنترہ، علقمہ، زہیر، عمرو بن کلثوم اور طرفہ سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ ہے۔"

آپ نے علامہ ابنِ خلدون کا تبصرہ ملاحظہ فرمایا، مَیں یہ کہنے کی جسارت کروں گا کہ اس تبصرے میں ابنِ خلدون نے قدرے تعصّب سے کام لیا ہے کیونکہ عہدِ جاہلیت میں بعض شعراء اپنے کلام میں ایسی فنی اور لسانی بلندیوں پر نظر آتے ہیں کہ جن کی نظیر عہدِ اسلام میں بھی کم کم ہی نظر آتی ہے۔ مثلاً نابغہ ذبیانی اور عمرو بن کلثوم — پھر علامہ خلدون نے کلام

حضرت خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ایک صحابیہ — ایک نامور شاعرہ

— از: پروفیسر سلیم الرحمٰن —

جب ہم عربی زبان وادب کے ارتقاء پر ایک نظر دوڑاتے ہیں تو اس ادب کی کچھ منفرد خصوصیات دیکھ کر قدرے تعجب محسوس ہوتا ہے۔ اوّل یہ کہ عربی ادب کے آغاز کا سُراغ ہی ہمیں تاریخی و تحقیقی طور پر اُس زمانے سے ملتا ہے جب یہ زبان علمی سطح پر بڑے ہی بلند مقام پر موجود تھی' دوسرے یہ کہ عرب کے وہ شعراء جن کو محققین عربی ادب کے ابتدائی شعراء قرار دیتے ہیں اُن کے کلام میں ایک ایسی تازگی اور شگفتگی پائی جاتی ہے جو آج بھی محسوس کی جاسکتی ہے۔ تیسرے یہ کہ پندرہ صدیاں گزرنے کے باوجود عربی زبان میں قدامت اور عدمِ ابلاغ کا شائبہ تک نہیں ہوتا' یہ الگ بات ہے کہ ابنِ خلدون فنی اعتبار سے عہدِ جاہلیت کے شعراء پر عہدِ اسلامی کے شعراء کو ترجیح دیتے ہیں۔ ابنِ خلدون لکھتے ہیں:

" مسلم فن کاروں کا فن نثر و نظم میں کلامِ جاہلیت سے کہیں زیادہ بلند ہے۔ حضرت حسّان رضؓ، عمر بن ربیعہ، حطیئة، جریر' فرزدق' ذوالرّمة، احوص اور بشار وغیرہ کا کلام بلاغت اور شعریت کے اعتبار سے عنترہ، علقمہ، زہیر' عمرو بن کلثوم اور طرفہ سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ ہے۔"

آپ نے علامہ ابنِ خلدون کا تبصرہ ملاحظہ فرمایا' مَیں یہ کہنے کی جسارت کروں گا کہ اس تبصرے میں ابنِ خلدون نے قدرے تعصّب سے کام لیا ہے کیونکہ عہدِ جاہلیت میں بعض شعراء اپنے کلام میں ایسی فنی اور لسانی بلندیوں پر نظر آتے ہیں کہ جن کی نظیر عہدِ اسلام میں بھی کم کم ہی نظر آتی ہے۔ مثلاً نابغہ ذبیانی اور عمرو بن کلثوم — پھر علامہ خلدون نے کلام

جاہلیت کے حوالے سے جن شعراء کا نام لیا ہے اُن میں سے کچھ جاہلیت اور ظہورِ اسلام کی درمیانی کڑی کے طور پر تاریخ عربی ادب میں شامل ہیں۔ انہی میں ہماری زیرِ موضوع شاعرہ خنساء کا بھی شمار ہوتا ہے۔ اس سے پہلے کہ خنساء اور ان کی شاعری سے متعلق کچھ لکھا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عربی ادب کے (خصوصاً شعری حوالے سے) آغاز و ارتقاء پر ایک اجمالی نگاہ ڈالی جائے۔

عربی ادب کے مؤرخین اس ادب کے ارتقاء کا ذکر کرتے ہوئے اس کو عموماً پانچ ادوار میں تقسیم کرتے ہیں یعنی

۱۔ دورِ جاہلیت ۲۔ ظہورِ اسلام اور بنو امیہ کا دور
۳۔ دورِ عباسی ۔ ۴۔ ترکی دور
۵۔ جدید دور۔

عہدِ جاہلیت کو عربی شعر و ادب میں اہم ترین حیثیت حاصل ہے کیونکہ اس عہد میں عربی کے چند جیّد شعراء نے اپنے فکروفن کے ایسے جوہر دکھائے کہ جن پر عربی زبان و ادب کو بجا طور پر فخر ہے۔ اسی دور میں رئیس الشعراء امرؤ القیس نے اپنی بے مثال شاعری اور اپنے معلقات سے اپنی زبان دانی، لسانی ادراک، بلاغت اور زورِ بیان کا لوہا منوایا۔ اسی دور میں نابغہ ذبیانی جیسے عالمِ اجلّ اور شاعرِ غرّا نے اپنے فن کا لوہا منوایا۔

مؤرخین و محققین عہدِ جاہلیت کو زمانی اعتبار سے مزید تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں اور ہر حصے کو ایک "طبقہ" کا نام دیتے ہیں۔ عربی شاعری کا اوّلین دور بذاتِ خود لپنے دو صدیوں پر محیط ہے اس لیے اس طویل دور کو تین حصوں میں تقسیم کرنا مناسب ہوگا۔

۱۔ جاہلی شعراء ۲۔ مخضرم شعراء
۳۔ اسلامی شعراء (یہ زمانۂ اسلام میں پیدا ہوئے۔ اس میں زیادہ تر عہدِ امیّہ کے شعراء ہیں) عہدِ جاہلیت کے دوسرے طبقے کے شعراء وہ ہیں جنہوں نے اپنی شاعری کی

وجہ سے زمانۂ جاہلیت اور زمانۂ اسلام دونوں میں شہرت و مقبولیت پائی۔ جاہلیت اور ظہورِ اسلام دونوں ادوار میں بہترین شاعری کرنے والے ان چار شعراء کا نام نہایت قابلِ قدر اور جانا پہچانا ہے۔

۱۔ کعبؓ بن زہیر ۲۔ خنساءؓ

۳۔ حسّانؓ بن ثابت ۴۔ حُطیئۃ

ان چاروں شعراء کو مخضرم (دونوں زمانوں کے نغز گو) شعراء کہا جاتا ہے۔ تاریخی اعتبار سے یعنی CHRONOLOGY کے حوالے سے ان کے فوراً بعد خالص اسلامی شعراء کے نام نامی آتے ہیں۔

عہدِ جاہلیت کے مخضرم شعراء میں ایک منفرد اور ممتاز ترین شخصیت خنساءؓ کی ہے جو اپنی شاعری میں پائے جانے والے سوز و گداز، الم و رنج اور جذبات نگاری کے باعث اپنے زمانے کے چوٹی کے شعراء میں شمار ہوتی ہیں۔ خنساءؓ نے عربی ادب کو بے بدل مراثی دیے۔ ایسی درد انگیزی کی مثال نہ تو خنساء کے معاصرین میں ملتی ہے اور نہ اُن سے قبل کے شعراء میں نظر آتی ہے اور نہ ہی آنے والے زمانے میں کسی شاعر نے ایسے رقّت انگیز مرثیے لکھے ہیں۔ ان مرثیوں کا ایک منفرد اور قابلِ ذکر پہلو یہ ہے کہ یہ خالصتاً شخصی مرثیے ہیں۔ خنساءؓ فی الحقیقت مخضرم شعراء میں شمار ہوتی ہیں۔ مخضرم عربی زبان کا لفظ ہے اور صیغے کے اعتبار سے صفت ہے، جس سے مراد ایسا شخص ہے جس نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے دیکھے ہوں۔ خنساءؓ عربی زبان و ادب کی وہ خوش بخت ترین شاعرہ ہیں کہ جن کے انتہائی مؤثر اور درد انگیز کلام کو جنابِ رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بے مثل اور اعلیٰ سماعت نصیب ہوئی ـــــ اُن کا دیوان بہت عرصہ پہلے "شعر الخنساءؓ" کے نام سے منصۂ شہود پر آچکا ہے۔

خنساءؓ کے ذاتی حالات و ازدواجی زندگی سے متعلق تاریخ و ادب میں زیادہ معلومات نہیں ملتیں۔ زیادہ تر اُن کے دردناک مرثیوں اور اُن کے پس منظر ہی کا ذکر ملتا

ہے ۔یہ بلند پایہ مرثیہ گو اپنے اصلی نام تماضر بنت عمرو بن الشرید سلمیہ کی بجائے اپنے لقب خنساءؓ سے زیادہ مشہور ہوئیں ۔ان کا آبائی وطن مُضر کا قبیلہ بنو سلیم تھا ۔ عمرو بن الشرید اسی معروف قبیلے کا سردار تھا ۔خنساء کی زندگی میں آنے والے بے انتہا غم و الم اور اس کے ردِ عمل کے طور پر کیے جانے والے گریہ و بکا سے متعلق تاریخ ادب میں طرح طرح کے واقعات اور حیران کن پہلو ملتے ہیں ۔ خنساءؓ خوب صورتی اور ادب شناسی میں اپنی مثال آپ تھیں ۔ خنساءؓ کی تاریخ پیدائش کا ذکر بھی کسی تاریخ ادب عربی میں نہیں ملتا ۔ البتہ ان کے قبولِ اسلام اور وفات کے سنین میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ۔ تاریخ پیدائش کی عدمِ واقفیت کی بنا پر ہم اس عظیم اور حمید شاعرہ کی عمر کا صحیح تعین نہیں کر سکتے ۔ لیکن ان کے آخری دور کے حلیے اور قیافے سے بڑا واضح پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے خاصی عمر پائی ۔ ان کی پیری، ضعیفی، خستہ حالی اور کبر سنی کا ذکر میں آئندہ سطور میں قارئین کی خدمت میں پیش کروں گا ۔ اس وقت خنساءؓ کا ایک اجمالی تعارف معروف عربی دان اور محقق جناب محمد کاظم کی زبانی ملاحظہ ہو:

" حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو بھی اس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ۔ آپؓ نے بلا کر فہمائش کی کہ جو کچھ تم کرتی ہو اسلام میں معیوب چیز ہے، اس دنیا میں اگر کوئی انسانی ہستی ہمیشہ رہنے کے لائق تھی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی جب وہ ہی نہ رہے تو پھر کسی کی موت کا اتنا کیا غم ! " اس نے جواب دیا : " پہلے میں اس کے بدلے کے لیے روتی تھی، اب اس کے لیے دوزخ کی آگ دیکھ کر روتی ہوں !" پھر جب اس نے اپنے مرثیے کے کچھ اشعار پڑھ کر سنائے تو حضرت عمرؓ کا سخت دل بھی گداز ہو گیا، کہنے لگے " خنساءؓ تم پر کوئی ملامت نہیں ۔ جاؤ ہر شخص کو اپنا غم رونے کی آزادی ہے ۔"

واقعہ یہ ہے کہ خنساءؓ کے چھوٹے بھائی معاویہ کی مرگِ ناگہانی نے اُن کی دنیا بدل کر رکھ دی تھی ۔ معاویہ کی موت کا پس منظر یہ ہے کہ عکاظ کے ایک سالانہ میلے میں اس نے ایک طوائف کے ساتھ اپنے مراسم بڑھانے شروع کیے ۔ وہ طوائف دراصل قبیلہ

بنو جشم کے ہاشم نامی ایک سردار کی محبوبہ تھی اور داشتہ بھی۔ یہی حرّافہ و قتالہ آخر کار معاویہ اور ہاشم کی کھلم کھلا رقابت کا باعث بنی۔ عکاظ وہ جگہ تھی جہاں سالانہ میلے لگتے تھے۔ ثقافتی اجتماعات ہوتے تھے اور بڑے بڑے مشاعرے منعقد ہوا کرتے تھے۔ انہی اجتماعات میں باہمی رقابت کی آگ بھڑک بھڑک اٹھتی تھی۔ آخر کار اسی چھنال کی وجہ رقابت کی بنا پر معاویہ کو بیدردی سے قتل کر دیا گیا۔ اس دلدوز سانحے کے بعد خنساءؓ کا بڑا بھائی صخر بھی عین تین برس بعد انہیں داغِ مفارقت دے گیا۔ اپنے بھائیوں کی جواں مرگی پر یہ پُرگیسو شاعرہ محویت اور تسلسل کے ساتھ اس قدر گریہ وزاری اور اشک فشانی کرتی رہی کہ بقول ناصر کاظمی ؎

اس قدر رویا ہوں تیری یاد میں
آئینے آنکھوں کے دُھندلے ہو گئے

یہ حقیقت ہے اور تاریخِ ادبِ عربی کی مختلف کتب میں اُس کے غیر مفصّل حالات کے ضمن میں باقاعدہ مرقوم ہے کہ کثرتِ گریہ سے اُن کی بینائی جاتی رہی تھی۔ خنساءؓ اپنی آنسوؤں سے تر اور ہر وقت نم رہنے والی آنکھوں سے متعلق خود ہی تحیّر آمیز اور کربناک حیرت سے کہتی ہیں :-

؎ الا ما لعینی الا مالـہـا !
وقـد أخضـل الـدمع سربالها

ترجمہ :" یہ میری آنکھ کو کیا ہو گیا ہے ؟ کیا ہو گیا ہے میری آنکھ کو ! اس کا دامن آنسوؤں سے تر ہے ۔"

تاریخِ عربی ادب میں خالص جاہلیت اور پھر خصوصاً مُخضرم شعراء کے عہد میں ہمیں ایسے اشعار نہایت ہی قلیل تعداد میں ملتے ہیں جن میں خنساءؓ کا سا میلان پایا جائے۔ دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عربی شعر و ادب میں مرثیہ گوئی کی اصل بانی ہی خنساءؓ تھیں۔ اگرچہ اُن سے کچھ پہلے اور اُن کے معاصرین میں بعض شعراء نے کہیں کہیں جنگ و جدال میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے مر جانے والوں کی موت پر اظہار